﴿قسط سوئم﴾

رؤیت ہلال کمیٹی کا دائرہ عمل اور شرعی جائزہ

مولانا مفتی عظمت اللہ بنوی

مفتی و مدرس جامعہ المرکز الاسلامی پاکستان بنوں

نمبر شمار	ذیلی عنوانات	نمبر شمار	ذیلی عنوانات
۱	اختلاف مطالع کا اعتبار	۳	ہر شہر کے لئے رؤیت کا مسئلہ
۲	اختلاف مطالع اور اکابرین کی رائے		

اختلاف مطالع کا اعتبار:

رؤیت ہلال کے معاملہ میں ایک اہم سوال اختلاف مطالع کا بھی سامنے آتا ہے۔ وہ یہ کہ سورج اور چاند یہ تو ظاہر ہے کہ دنیا میں ہر وقت موجود رہتے ہیں۔ آفتاب ایک جگہ طلوع ہوتا ہے دوسری جگہ غروب، ایک جگہ نصف النہار ہوتا ہے، تو دوسری جگہ عشاء کا وقت، اسی طرح چاند ایک جگہ ہلال بن کر چمک رہا ہے، ایک جگہ پورا چاند بن کر، اور کسی جگہ بالکل غائب ہے۔

ان حالات میں اگر ایک جگہ لوگوں نے کسی مہینہ کا ہلال دیکھا ان کی شہادت ایسے ملکوں میں جہاں ابھی ہلال دیکھنے کا وقت ہی نہیں ہوا۔ اگر پورے شرعی قواعد وضوابط کے ساتھ پہنچ جائے تو کیا اس کا اعتبار ان ملکوں کے لئے بھی کیا جائے گا یا نہیں؟

اس میں آئمہ مجتہدین اور فقہاء کے مختلف اقوال ہیں، اور اختلاف کی وجہ یہ نہیں کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کرنے والوں کے نزدیک دنیا میں ایسا اختلاف موجود نہیں، بلکہ گفتگو اس میں ہے کہ موجود ہوتے ہوئے شرعی احکام میں اس کا اعتبار کیا جائے گا یا نہیں؟

اس مسئلہ میں فقہاء امت، صحابہ، تابعین اور بعد کے علماء کے تین مسلک ہو گئے۔

- ☆ ”اختلاف مطالع کا ہر جگہ، ہر حال میں اعتبار کیا جائے۔
- ☆ کسی جگہ، کسی حال میں اعتبار نہ کیا جائے۔
- ☆ بلاد بعیدہ میں اعتبار کیا جائے، اور قریبہ میں نہ کیا جائے۔

اور یہ تینوں طرح کا اختلاف فقہاء امت حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی چاروں فقہ کے فقہاء میں موجود ہے...... کما ذکر فی رؤیۃ ہلال۔

مسئلہ اختلاف مطالع کے بارے میں امام ابوداؤدؒ نے مطلق ترجمۃ الباب باندھا ہے ”باب اذا رأی الھلال فی بلد قبل الآخرین بلیلۃ“.

اس میں حکم کی کوئی اشارہ نہیں نفیاً، یا اثباتاً، بخلاف امام ترمذیؒ کے۔ انہوں نے ترجمہ الباب قائم کیا۔ ''باب ماجآء أن لکل أهل بلد رؤیتهم ''انہوں نے اس ترجمہ میں حکم مسئلہ کی تصریح فرمادی کہ: ہر شہر والوں کی رؤیت اسی شہر والوں کے حق میں معتبر ہے، دوسرے شہر والوں کے حق میں معتبر نہیں، یعنی اختلاف مطالع معتبر ہے۔

امام ترمذیؒ نے جو ترجمۃ الباب قائم کیا ہے وہ شافعیہ کے مسلک کے موافق ہے، شوافع کا راجح قول جمہور کے خلاف یہی ہے، اسی قسم کا ترجمہ امام نوویؒ نے شرح مسلم میں قائم کیا ہے۔

''باب بیان أن لکل بلد رؤیتهم ،وأنهم اذارأوا الهلال ببلد لا یثبث حکمه لما بعد عنهم''

یہ بھی مسلک شافعیہ کی ترجمانی ہے چنانچہ امام نوویؒ شرح مسلم میں لکھتے ہیں: فیه حدیث کریب عن ابن عباس وهوظاهر الدلالة للترجمة، والصحیح عند أصحابنا: أن الرؤیة لا تعم الناس بل تختص بمن قرب علی مسافة لا تقصر فیها الصلوٰة وقیل: ان اتفق المطلع لزمهم، وقیل: ان اتفق الأقلیم، والافلاء، وقال بعض أصحابنا: تعم الرؤیة فی موضع جمیع أهل الأرض.

امام نوویؒ کے کلام سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ جو مشہور ہے کہ شافعیہ کے یہاں اختلاف مطالع معتبر ہے اور یہ کہ ایک شہر کی رؤیت دوسرے شہر والوں کے حق میں معتبر نہیں۔ جیسا کہ امام ترمذیؒ نے ترجمۃ الباب میں فرمایا ہے، یہ ان کے یہاں مطلقاً نہیں، بلکہ اختلاف مطالع کا معتبر ہونا ان کے نزدیک صرف بلدان نائیہ میں ہے بلاد قریبہ میں ان کے یہاں بھی اختلاف معتبر نہیں بلکہ ایک جگہ کی رویت دوسری جگہ معتبر ہوگی، اور قرب وبعد کا معیار ان کے یہاں اصح قول کے مطابق مسافۃ قصر ہے کہ اگر دوشہروں کے درمیان مسافۃ قصر پائی جارہی ہو یعنی سفر شرعی کا تحقق ہو تب تو اختلاف معتبر ہے اور اگر اتنا فاصلہ نہیں، تب اختلاف بھی معتبر نہیں، بلکہ ایک شہر کی رویت دوسرے شہر والوں کے حق میں معتبر ہوگی۔

اس کے علاوہ امام نوویؒ نے شافعیہ کے دوقول اور لکھتے ہیں:

۱۔ جن دوشہروں کے مطلع متفق ہوں وہاں اختلاف رویت معتبر نہیں، اور جہاں کے مطلع مختلف ہوں وہاں اختلاف رویت معتبر ہے،

۲۔ اتحاد اقلیم کی صورت میں ایک جگہ کی رویت دوسری جگہ معتبر ہوگی ورنہ نہیں۔

۳۔ یہ بعض شوافع کا ہے کہ ایک جگہ کی رویت ہر جگہ معتبر ہے۔ تو شافعیہ کے علاوہ باقی آئمہ ثلاث، جن میں حنفیہ بھی ہیں ان سب کا مسلک یہی ہے کہ اختلاف مطالع معتبر نہیں، لیکن یہ بھی ذہن میں رہے کہ ابھی اوپر امام نووی کے کلام میں گزر چکا کہ أصح عند الشافعیة یہ ہے کہ: اختلاف مطالع کا معتبر ہونا شافعیہ کے یہاں بلدان بعیدہ میں ہے، اور مواضع قریبہ میں ان کے یہاں بھی اختلاف مطالع معتبر نہیں، اور قرب وبعد کا مصداق بھی ان کے کلام سے گزرا ہے (یعنی مسافۃ قصر)

اختلاف مطالع کے بارے میں اکابر حضرات کی رائے:

ہمارے استاد جس کے نام کے ساتھ مرحوم لکھنا قلم پر ناگوار گزرتا ہے (حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ)

حضرت استادمحترم وہ استفتاء کے جواب میں جوکہ **الأتمام و الأکمال فی رؤية الهلال** کے نام سے شائع ہوا ہے، فرماتے ہیں:

چوتھا تمہیدی مقدمہ یہ ہے کہ چاند دیکھنے کے مسئلے میں شہراور دیہات میں یا اونچے اور نچلے مقامات میں فرق واقع ہوسکتا ہے، چنانچہ ہمارے فقہاء احنافؒ میں سے امام طحاویؒ نے اس فرق کوتسلیم کیا ہے۔ بحرالرائق میں اس کی صراحت ہے کہ جب کوئی آدمی شہر کے باہر سے آجائے اور چاند دیکھنے کی گواہی دے تو اس کی گواہی معتبر ہوگی بشرطیکہ وہ عادل اور ثقہ یعنی معتبر آدمی ہو کیونکہ دیہات اورصحراء میں چاند دیکھنا شہروں سے زیادہ یقینی ہے کیونکہ عموماً شہر کی فضاء پر غبار چھایا رہتا ہے اور دیہات وصحرا کی فضا صاف ہوتی ہے۔ اسی طرح علامہ ابن نجیمؒ حنفی مصری صاحب بحر نے اونچے، اور نیچے پستی میں واقع مقامات میں بھی فرق کومعتبر قرار دیا ہے۔ لکھا ہے کہ **ولکن فرقة بین من کان بالمصروخارجه،وبین المکان المرتفع وغیره.**

اور عام مشاہدہ بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ آج کل شہروں کی فضاء میں آلودگی اتنی ہوتی ہے کہ رات کو تارے بھی نظر نہیں آتے، اسی طرح بجلی کی روشنی وغیرہ کو بھی اس میں دخل ہوتا ہے نیز شہر کی زندگی مشینی زندگی ہوتی ہے نہ کسی کو تاریخ یاد ہوتی ہے اور نہ اتنی فرصت ہوتی ہے کہ چاند دیکھنے کی زحمت گوارا کریں، چنانچہ عام طور پر مشاہدہ یہی ہے کہ شہروں میں اس کا اہتمام ہوتا ہی نہیں ہے۔

ہمارے ہلال کمیٹی کے حضرات رسمی طور پر کسی مقام پر جمع ہوجاتے ہیں، اور عموماً یہ اجتماع بڑے شہروں میں ہوا کرتا ہے لیکن اہتمام وہ بھی نہیں کرتے ہیں نیز یہ کہ عموماً یہ ہلال کمیٹی میں ایسے حضرات ہوتے ہیں جو اپنی عمر کے تقاضوں، اور بصارت کی کمزوری کی بناء پر چاند کیا اس سے بھی زیادہ بڑی روشن، اور قریب چیز کو نہیں دیکھ سکتے ہیں۔

اسی طرح عموماً ان کمیٹیوں میں ارکان سیاسی وابستگی کی بنیاد پر رکھے جاتے ہیں جن کو چاند دیکھنے کے مسائل اوران مسائل کی دقت اورنزاکت کا علم ہی نہیں ہوتا ہے۔ اسی لئے ان کے مشاہدے کا اعتبار ہی نہیں ہے۔ جبکہ دیہاتوں میں فضاء صاف ہوتی ہے اور اکثر دیہات اونچے اور پہاڑی مقامات پر واقع ہوتے ہیں اور لوگ بھی صرف رمضان المبارک یا عیدالفطر نہیں بلکہ سب مہینوں کے چاند دیکھنے کا اہتمام کرتے ہیں اس لئے دیہاتوں میں یا ان مقامات میں کہ جہاں کے لوگ روزہ رکھنے کا اہتمام کرتے ہیں چاند دیکھے جانے کا اہتمام زیادہ ہوتا ہے۔ (۵۸)

اب استادمحترم قدس سرہٗ کی اصل رسالہ (**الاتمام و الاکمال فی رؤية هلال**) ملاحظہ فرمانے سے تمام تر اختلافات آسانی سے حل ہوسکتے ہیں۔ چنانچہ پہلے سوالنامہ اور پھر حضرت استاد قدس سرہٗ کی جواب منسلک کیا جاتا ہے۔

استفتاء بنام حضرت ڈاکٹر مولانا مفتی نظام الدین شامزیؒ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کیا فرماتے ہیں مفتیان متین وعلمائے شرع درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے ضلع سوات تحصیل پورن چوگا میں عیدالفطر کے موقع پر ہر سال لوگوں میں انتشار وافتراق پایا جاتا ہے۔بعض حضرات ایک دن عید کی خوشیاں مناتے ہیں اور دوسرے حضرات دوسرے دن مناتے ہیں، اور یوں اس عید کے اتحاد کو افتراق میں تبدیل کیا جاتا ہے۔ایک دوسرے پر طعن وتشنیع کی جاتی ہے، اور یہ سلسلہ عوام کیا خواص میں بھی موجود ہے۔

یوں پچھلے سال کا واقعہ کچھ یوں ہے کہ زوال کے وقت ختم ہوتے ہی خبر آئی کہ چاند دیکھا گیا ہے، اور صوبائی حکومت (صوبہ سرحد) کے وزیر اعلیٰ اور گورنر نے عید کی نماز پڑھی، تو ہمارے علاقے میں ایک گاؤں کے ممتاز عالم دین نے اعلان کروایا کہ آج افطار کریں روزہ رکھنا صحیح نہیں ہے اور نماز عید کل ہوگی، کیونکہ آج زوال کا وقت ختم ہو چکا ہے اور دلیل میں انہوں نے حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی کتاب ''احسن الفتویٰ جلد نمبر ۴ صفحہ نمبر ۴۲۰'' کی درج ذیل عبارت پیش کی تھی۔

(تیس رمضان کو بعد زوال گزشتہ رات میں رؤیت ہلال پر شہادت ہوئی تو افطار لازم ہے۔جو شخص حاکم کے فیصلہ شرعی کے بعد افطار نہ کرے گا وہ گناہ گار ہوگا، کیونکہ یہ یوم شہادت شرعی سے یوم عید ثابت ہوا اور عید کے دن روزہ رکھنا حرام ہے) جبکہ دوسرے گاؤں والے لوگوں نے جس میں خواص بھی شامل تھے اس دن روزہ رکھا۔

ابھی مطلوب یہ ہے کہ ان دونوں فریقوں میں سے وبال کس پر ہوگا؟ آیا پہلے فریق والے لوگوں کا اس طرح روزہ توڑ کر عید منانا درست ہے یا نہیں؟ کیونکہ روزہ رکھنا عید کے دن شیطان کے اعمال میں سے ہے۔

ملاحظہ:

اعلان صوبائی حکومت (صوبہ سرحد) کی طرف سے ہوا تھا، جبکہ وفاقی حکومت کی طرف سے اعلان نہیں ہوا تھا، اس لئے پاکستان کے دوسرے تین صوبوں میں اس دن روزہ رکھا گیا تھا۔دوسرے فریق کا یہ بھی کہنا تھا کہ حکمران صوبائی حکومت کی موافقت کرنا درست نہیں ہے۔مرکزی حکومت کے اعلان کے مطابق عید منائی جائے گی۔احقر کو اس مسئلہ کی تفصیل درکار ہے۔

جزاکم اللہ خیرا واحسن الجزاء

المستفتی: بندہ نور محمد سواتی (ضلع سوات، تحصیل پورن چوگا (ڈوب)

الصف الثالث العربی

جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی مورخہ 30 اپریل 1996ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم○

الجواب ومنه الصدق والصواب

و فی الهداية واذا كان بالسماء علة قبل الامام شهادة الواحد العدل ....رجلاً كان او امرأة حراً كان او عبداً لانه امر دينى فاشبه رواية الأ خبار فلهذا لا يختص بلفظ الشهادة. الخ

(كتاب الصوم ١/٢١٥)

فيها واذا لم تكن بالسماء علة لم تقبل الشهادة حتى يراه جمع كثير يقع العلم بخبر هم لان التفرد فى مثل هذه الحالة يوهم الغلط فيجب التوقف فيه حتى يكون جمعاً كثيراً. (١/٢١٥)

وفيها واذا كان بالسماء علة لم تقبل فى هلال الفطر الا شهادة رجلين او رجل وامرأتين لانه تعلق به نفع العبد. وفيها وان لم تكن بالسماء علة لم تقبل الاشهادة جماعة يقع العلم بخبرهم كما ذكرنا. (١/٢١٦)

وفى التتارخانية الواحد اذاشهد بروية هلال رمضان فان كانت السماء متغمية وفى الهداية او غباراً او نحوه يقبل شهادة الواحد اذا كان مسلماً. (٢/٣٥٠)

كتاب الصوم الفصل الثانى فيما يتعلق بروية الهلال وفيها فامااذا كانت السماء مضحية لا تقبل شهادة الواحد فى ظاهر الرواية خلافاً لما رواه الحسن عن ابى حنيفة بل يحتاج فيه الى زيادة العدد......ولوقبل الامام شهادة عدلين وقد سكن قلب القاضى على قولهما جاز وثبت حكم رمضان. (٢/٣٥٠)

وفيها ثم انما لا تقبل شهادة الواحد على هلال رمضان اذا كانت السماء مضحية اذا كان هذا الواحد فى المصر فاذا جاء عن خارج اوجاء من اعلى الا ماكن فى مصر ذكر الطحاوىؒ انه تقبل شهادته وهذا ذكر فى كتاب الاستحسان وذكر القدورى انه لا تقبل شهادته فى ظاهر الرواية وفى الذخيرة وذكر الكرخى انه تقبل وفى الاقضية صحح رواية الطحاوىؒ واعتمد عليها. (١/٣٥٠)

وفيها هذا الذى ذكرنا فى هلال رمضان واما اذا قامت الشهادة برؤية هلال شوال وبرؤية هلال ذى الحجة اذا كانت السماء مضحية فالجواب فيه كالجواب فى رؤية هلال رمضان يعنى لا تقبل فيه شهادة الواحد بل يشترط زيادة العدد ولا بدمن اعتبار العدالة والحرية......واما اذا كانت السماء متغيمة لا تقبل مالم يشهد بذالک رجلان اورجل وامرأ تان فى ظاهر الرواية......وذكر شيخ الاسلام فى شرح الشهادات ان شهادة المثنى فى الفطر والاضحى انما تعتبر اذا كانت بالسماء علة او كانت مضحية وجاء من مكان آخر...... وروى بشر عن ابى يوسف فى تلمذلة الامالى ان ابا حنفية كان يجيز على هلال

رمضان شهادة الرجل الواحد العدل والمولى والعبد والامة والمحدود فى القذف اذا كان عدلاً سواء ولا يجيز شهادة الكافر.....الخ (۳٥۱/۲)

وفيها هذا فى المصر أما فى السواد اذا رأى أحدهم هلال رمضان شهد فى مسجد قرية وعلى الناس ان يصوموا بقوله بعد ان يكون عدلاً اذا لم يكن هناك حاكم يشهد عنده. (۳٥۲/۲)

وفيها اهل بلدة رأوا الهلال هل يلزمه ذالک فى حق بلدة اخرى اختلف المشايخ فيه بعضهم قالوا لا يلزم ذالک فانما المعتبر فى حق كل بلدة رويتهم. (۳٥٥/۲)

وفى الدر وقبل بلاد عوى وبلا لفظ أشهد وبلا حكم و مجلس قضاء لانه خبر لا شهادة للصوم مع علة كغيم وغبار خبر عدل او مستور على ماصححه البزازى على خلاف ظاهر الرواية اذا لم يكن حاكم يشهد عنده لا فاسق اتفاقا وهل له ان اشهد اين يشهد وفيه وشرط للفطر مع العلة العدالة نصاب الشهادة ولفظ أيشهد.....الخ (۳۸٥/۲)

وفى ردالمختار لا بن عابدين اعلم ان نفس اختلاف المطالع لا نزاع فيه بمعنى انه قد يكون بين البلدتين بعد بحيث يطلع الهلال ليلة كذا فى احدى البلدتين دون الاخرى وكذا مطلع الشمس لان انفصال الهلال عن شعاع الشمس يختلف باختلاف الاقطار حتى اذا زالت الشمس فى المشرق لا يلزم ان تزول فى المغرب وكذا وطلوع الفجر وغروب الشمس بل كلما تحركت الشمس درجة فتلک طلوع فجر لقوم وطلوع شمس لأخرين وغروب لبعض ونصف ليل لغيرهم.....وانما الخلاف فى اعتبار اختلاف المطالع بمعنى انه يجب على كل قوم اعتبار مطلعهم ولا يلزم أحدالعمل بمطلع غيره ام لا يعتبر اختلافها بل يجب العمل بالاسبق رؤية حتى لورأى فى المشرق ليلة الجمعة وفى المغرب ليلة السبت وجب على اهل المغرب العمل بما رأه اهل المشرق فيقبل بالاول.....وظاهر الرواية الثانى وهو المعتمد عندنا. (۳۹۳/۲)

وفى معارف السنن وقيل يعتبر اختلاف المطالع فى البلاد البعيدة قال الزيلعى شارح الكنز وهو الاشبه وهذا هو الصواب ولا بد من تسليم قول الزيلعى والا لزم وقوع العيد يوم السابع والعشرين والثامن والعشرين او الحادى والثلاثين والثانى والثلاثين اذا كان بين البلدتين مسافة بعيدة كالهند والقسطنطنية.....الخ (۳۳۷/٥)

وفيه قال الشيخ وكنت قطعت القول بما قاله الزيلعى ثم رأيت فى قواعد ابن رشد نقل الاجماع على اعتبار الاختلاف فى البلاد البعيدة ايضاً وحد البعد مفوض الى رأى المبتلى به ليس له حد معين. (۳۳۷/٥)

وفی البدائع فأما اذا كانت بعيدة فلا يلزم أحد البلدتين حكم الاخر لان مطالع البلاد عند المسافة الفاحشة تختلف فيعتبر فی اهل كل بلد مطالع بلدهم دون البلد الاخر. (٢/٨٣)

وقد دارت المسالة فی هذه الايام في توحيد نظام الامة فی الصيام والعيد فی بلاد الهند فاضطروا الى الاعلان بواسطة الالة التی تسمی راديو وكل ذالک خروج عن الحق وتكلف ينبؤ عن مقاصد الشرع فضلا عن ان الاعلان براديو لايقوم مقام الاخبار الشرعی او الشهادة الشرعية ولو كان القاضی يعلن نفسه لوكان هناک قاضيا شرعياً وبالجملة هناک مغامز شرعية لا يستقيم الحكم الشرعی ابداً ثم كيف يتصور هذا التوحيدة فی القری والجبال والبوادی التی لم تبلغ اليها هذه الوسائل المادية ثم كيف يمكن انتظار الخبر بهذه الالة لرجل يری بعينی رأسه الهلال متهللا متبسماً فی الافق؟ فليس ذالک الا سفه وعجرفة او سفسطة وعلى كل حال بلاد الهند واسعة الارجاء تختلف عروضها من ست عشرة درجة الى اربع وثلاثين درجة والمسافة بينها تبلغ الى نحو الفی ميل وحققوا وقوع الاختلاف فی المطلع بنحو خمس مائة ميل فكيف يتصور الجهد للتوحيد فی مثله؟ فكل ذالک بنؤ وبعد عن السهلة السمحة البيضاء نعم اذا تواردت أخبار راديو متعددة عن شتی الجهات ولا تختلف جهات الانباء عن البلد الذی لم يرفيه الهلال ببعد يختلف فيه المطلع فيسوغ العمل بهذه الانباء المرسلة وتدخل فی حد شهادة واحد عدل......الخ (بحر٢/٢٦٧)

وقال ......روی الحسن عن ابی حنيفة انه يقبل فيه شهادة رجلين اورجل وامرأتين سواء كان بالسماء علة اولم يكن كما روی عنه فی هلال رمضان كذا فی البدائع ولم أرمن رجحها من المشائخ وينبغی وقال وقيل يعتبر فلا يلزمهم برؤية غيرهم اذا اختلف المطلع وهو الأشبه. كذا فی التبيين......بحر (٢/٢٧٠)

فتاوی عالمگیری:

وذكر الطحاوی انه تقبل شهادة الواحد اذا جاء من خارج المصر وقال وذكر شيخ الاسلام ان شهادة الاثنين تقبل ايضا اذا جاء من مكان آخر هكذا فی الذخيرة.(عالمگيری ١/١٩١)

وكذا اذا كان علی مكان مرتفع كذا فی الهداية وعلى قول الطحاوی اعتمد الامام المرغينانی وصاحب الاقضية والفتاوی الصغری لكن فی ظاهر الرواية لا فرق بين خارج المصر والمصر كذا فی معراج الدراية. (عالمگيری ١/١٩٨)

وقال اذا اخبر الرجلال فی هلال شوال فی السواد والسماء متغيمة وليس فيه وال ولا قاض

فلابأس للناس أن یفطروا کذافی الزاهدی وتشترط العدالة هکذا فی النقایة. (عالمگیری ۱/۱۹۸)

سنن الترمذی:

باب ماجاء لکل اهل بلد رؤیتهم

أخبرنی کریب ان ام الفضل بنت الحارث بعثته الی معاویة بالشام قال فقدمت الشام فقضیت حاجتها واستهل علی هلال رمضان وانا بالشام فرأینا الهلال لیلة الجمعة ثم قدمت المدینة فی آخر الشهر فسألنی ابن عباس ثم ذکر الهلال فقال متی رأیتم الهلال فقلت رأیناه لیلة الجمعة فقال أنت رأیته لیلة الجمعة فقلت رأه الناس وصاموا وصام معاویة فقال لکن رأیناه لیلة السبت فلا نزال نصوم حتی نکمل ثلثین یوماً او نراه فقلت الا تکتفی برؤیة معاویة وصیامه قال لا هکذا امرنا رسول ﷺ. (الترمذی ۱/۱۴۸)

ان عبارات کی روشنی میں جواب سے پہلے کچھ تمہیدی باتوں کا سمجھنا ضروری ہے کیونکہ اس مسئلہ میں الجھن کچھ غلط فہمیوں کی بناء پر پیدا ہوتی ہے لہذا ان غلط فہمیوں کے ازالے کیلئے ان عبارات سے ثابت شدہ باتوں کو ہم بطور تمہید ذکر کرتے ہیں۔

(۱) سب سے پہلے اس بات کو ملحوظ رکھنا چاہئے کہ تمام ممالک اسلامیہ میں یا کسی ایک اسلامی ملک میں بیک وقت عید منانا یا رمضان المبارک کا شروع ہونا شرعاً ضروری نہیں جیسے کہ حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے زمانے میں اس کا ثبوت ملتا ہے کہ شام میں حضرت معاویہؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا تھا لیکن مدینہ منورہ میں حضرت ابن عباسؓ اور دیگر صحابہؓ نے چونکہ چاند اس تاریخ میں نہیں دیکھا تھا اس لئے ان کا روزہ ایک دن بعد شروع ہوا اور بقول حضرت شیخ الہند (کمافی معارف السنن) اس فرق کا اثر مہینے کے اختتام پر بھی پڑ رہا تھا یعنی مدینہ والوں کی عید بھی شام والوں سے ایک دن بعد بھی تھی۔ کمافی السنن الترمذی صفحہ نمبر ۱۴۸ جلد ۱ "باب ما جا لکل اهل بلد رویتهم"

اس لئے اس تصور کو ختم کرنا چاہئے کہ تمام مسلمانوں کی عید ایک دن ہونی چاہئے۔ یہ شرعی تصور نہیں ہے جیسے کہ نماز کے اوقات مختلف ممالک میں یا ایک ملک کے مختلف شہروں میں الگ ہوتے ہیں اور اس میں کوئی قباحت نہیں بلکہ بعد مسافت اور دیگر اسباب کا نتیجہ ہے اسی طرح عید الاضحیٰ اور یوم عرفہ سب ممالک میں یکساں تاریخ میں نہیں ہوا کرتے۔ ہم اپنے ملک کی تاریخ کے اعتبار سے یوم عرفہ کا منتخب روزہ رکھتے ہیں اور دیگر ممالک کے مسلمان اپنی تاریخوں کے اعتبار سے رکھتے ہیں۔ بعینہ اسی طرح عید الفطر اور یکم رمضان بھی شرعاً ایک دن ہونا ضروری نہیں ہے اور یہ غلط فہمی (کہ مسلمانوں کی عید یا روزہ ایک تاریخ میں ہونا چاہئے) اس وجہ سے پیدا ہوئی کہ ہم نے عید کو رمضان المبارک کے روزوں کو عام اقوام کی تہوار کی طرح ایک تہوار سمجھا ہے جیسے عیسائیوں یا آتش پرستوں کے تہوار ہوتے ہیں۔ ہمارے لئے یہ تہوار نہیں ہے بلکہ خصوصی عبادت کے اوقات ہیں جیسے دیگر عبادات میں وقت یا وحدت تاریخ شرعاً ضروری نہیں تو یہاں بھی یہی حکم ہوگا۔ (کمافی معارف السنن صفحہ ۳۴۰ ج ۵)

(۲) اس میں شبہ نہیں کہ اختلاف مطالع کے معتبر ہونے نہ ہونے میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہے امام شافعی کے یہاں معتبر ہے اور امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ، امام احمد حنبلؒ کے یہاں معتبر نہیں ہے یہ اختلاف اسی طرح شامی وغیرہ میں منقول ہے لیکن بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کے معتبر ہونے پر ابن رشدؒ نے اجماع نقل کیا ہے جیسے کہ معارف السنن صفحہ ۳۳۷ ج ۵ میں موجود ہے اور فقہاء احناف میں علامہ کاسانی صاحب بدائع اور علامہ زیلعی شارح کنز کی رائے بھی یہی ہے۔

ملاحظہ ہو معارف السنن صفحہ ۳۳۷ ج ۵ اور بدائع صفحہ ۸۳ ج ۲

(۳) ردالمحتار شرح درمختار میں علامہ شامی نے لکھا ہے کہ بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ ایک مہینہ سفر کی مسافت پر مطلع بدل جاتا ہے اور فقہاء کی تصریحات کے مطابق تین دن کا سفر آڑتالیس میل بنتا ہے جیسے کہ سفر کے مسائل میں فقہاء نے لکھا ہے تو اس حساب کے مطابق چارسو اسی میل کی مسافت پر مطلع تبدیل ہوگا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ چوبیس فرسخ کے فاصلے پر مطلع بدل جاتا ہے۔

(شامی کتاب الصوم صفحہ ۳۹۳ ج ۲)

اور معارف السنن میں لکھا ہے کہ ہر پانچ سو میل کی مسافت پر مطلع بدل جاتا ہے۔ وحققوا وقوع الاختلاف فی المطلع بنحو خمسمائته میل. (صفحہ ۳۴۰ ج ۵)

ان عبارات سے ثابت ہوا کہ ایک ہی ملک جو پانچ سو میل سے زائد کی مسافت پر واقع ہو اس میں مطلع مختلف ہوسکتا ہے۔

(۴) چوتھا تمہیدی مقدمہ یہ ہے کہ چاند دیکھنے کے مسئلے میں شہر اور دیہات میں یا اونچے اور نچلے مقامات میں فرق واقع ہوسکتا ہے چنانچہ ہمارے فقہاء احناف میں سے امام طحاوی نے اس فرق کو تسلیم کیا ہے۔ بحرالرائق میں اس کی صراحت ہے کہ جب کوئی آدمی شہر کے باہر سے آجائے اور چاند دیکھنے کی گواہی دے تو اس کی گواہی معتبر ہوگی بشرطیکہ وہ عادل اور ثقہ یعنی معتبر آدمی ہو کیونکہ دیہات اور صحرا میں چاند دیکھنا شہروں سے زیادہ یقینی ہے کیونکہ عموماً شہر کی فضاء پر غبار چھایا رہتا ہے اور دیہات وصحرا کی فضا صاف ہوتی ہے۔

اسی طرح علامہ ابن نجیم حنفی مصری صاحب بحر نے اونچے اور نیچے پستی میں واقع مقامات میں بھی فرق کو معتبر قرار دیا ہے لکھا ہے۔ ''ولکن فرقه بین من کان بالمصر وخارجه وبین المکان المرتفع وغیره قاله الطحاوی'' (صفحہ ۲۶۹ ج ۲)

اور عام مشاہدہ بھی اس کی تاکید کرتا ہے کہ آج کل شہروں کی فضاء میں آلودگی اتنی ہوتی ہے کہ رات کو تارے بھی نظر نہیں آتے اسی طرح بجلی کی روشنی وغیرہ کو بھی اس میں دخل ہوتا ہے نیز شہر کی زندگی مشینی زندگی ہوتی ہے نہ کسی کو تاریخ یاد ہوتی ہے اور نہ اتنی فرصت ہوتی ہے کہ چاند دیکھنے کی زحمت گوارا کریں چنانچہ عام طور پر مشاہدہ یہی ہے کہ شہروں میں اس کا اہتمام ہوتا ہی نہیں ہے۔

ہمارے ہلال کمیٹی کے حضرات رسمی طور پر کسی مقام پر جمع ہوتے ہیں اور عموماً یہ اجتماع بڑے شہروں میں ہوا کرتا ہے لیکن اہتمام وہ بھی نہیں کرتے ہیں۔ نیز یہ کہ عموماً یہ ہلال کمیٹی میں ایسے حضرات ہوتے ہیں جو اپنی عمر کے تقاضوں اور بصارت کی کمزوری کی بناء پر چاند کیا اس سے بھی زیادہ بڑی روشن اور قریب چیز کو نہیں دیکھ سکتے ہیں۔ اسی طرح عموماً ان کمیٹیوں میں ارکان سیاسی وابستگی کی بنیاد پر رکھے

جاتے ہیں جن کو چاند دیکھنے کے مسائل اوران مسائل کی دقت اورنزاکت کا علم ہی نہیں ہوتا ہے اسی لئے ان کے مشاہدے کا اعتبار ہی نہیں ہے۔

جبکہ دیہاتوں میں فضا صاف ہوتی ہے اوراکثر دیہات اونچے اور پہاڑی مقامات پر واقع ہوتے ہیں اورلوگ بھی صرف رمضان المبارک یا عید الفطر نہیں بلکہ سب مہینوں کے چاند دیکھنے کا اہتمام کرتے ہیں اس لئے دیہاتوں میں یا ان مقامات میں کہ جہاں کے لوگ روزہ رکھنے کا اہتمام کرتے ہیں چاند دیکھے جانے کا اہتمام زیادہ ہوتا ہے۔

(۵) چاند دیکھنے کے لئے جدید آلات استعمال کرنا یا ہوائی جہاز میں بیٹھ کر اوپر فضاء میں دیکھنا اگرچہ جائز ہے لیکن شرعاً ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ یہ آلات ہر آدمی کو میسر نہیں ہے۔ اس لئے اگر بادل ہیں چاند بھی افق پر موجود ہے لیکن بادل کی وجہ سے نظر نہیں آرہا ہے تو ہم اس کے مکلّف نہیں ہیں کہ بادلوں سے اوپر جاکر چاند دیکھیں بلکہ اس صورت میں تصور یہ کیا جائے گا کہ چاند نظر نہیں آیا جیسا کہ سنن ترمذی کی بعض روایات میں ہیں کہ فان حالت دونه غيابته فاكملوا ثلاثين يوماً بعض روایات میں فان غم عليكم ہے جس کا مفہوم یہی ہے جو اوپر بیان ہو چکا ہے کہ اگر چاند کے سامنے بادل حائل ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو تیس کا عدد پورا کرو کیونکہ اسلامی مہینوں میں کوئی مہینہ تیس یوم سے زائد کا نہیں ہے اور انتیس دن سے کم کا نہیں جیسے انگریزی مہینوں میں اٹھائیس یا اکتیس کا ہوتا ہے اسلامی مہینوں میں اس طرح نہیں ہوتا۔

(۶) چاند دیکھنے اور دوسرے مسلمانوں کے لئے اس کے معتبر ہونے کا قانون فقہاء نے یہ بیان کیا ہے کہ رمضان المبارک کا چاند اگر ہو تو پھر آسمان پر اگر بادل چھائے ہوئے ہوں تو پھر ایک آدمی کی گواہی بھی معتبر ہوگی بشرطیکہ وہ عادل ثقہ اور معتبر ہو اور اگر آسمان پر بادل نہ ہوں تو پھر رمضان المبارک کے چاند کے ثبوت کیلئے کافی بڑی جماعت کا ہونا ضروری ہے۔ عید الفطر کے چاند کے ثبوت کیلئے بادل کی صورت میں دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے اور مطلع صاف ہونے کی صورت میں یہاں بھی بڑی جماعت کا دیکھنا معتبر ہوگا جن کی خبر سے یقین آجائے۔

(۷) اور اگر کسی علاقہ میں مسلمان قاضی، حاکم یا حکومت کی طرف سے مقرر کردہ کمیٹی کسی ایک دو یا کئی آدمیوں کی گواہی کو قبول کر کے چاند کا اعلان کر دیں تو جن لوگوں تک وہ خبر یقینی اور معتبر ذریعہ سے پہنچ جائے ان پر روزہ رکھنا یا عید کرنا حاکم شرعی کے حکم کی وجہ سے لازم ہوگا۔

(۸) اور اگر کسی علاقہ میں مسلمان قاضی، حاکم یا حکومت کی مقرر کردہ کمیٹی نہ ہو تو چاند دیکھنے والے محلے کی مسجد میں امام اور عالم کے سامنے اس کی گواہی دیدے تو اس علاقے والوں پر روزہ رکھنا یا عید کرنا لازم ہوگا بشرطیکہ ان تک خبر یقینی اور شرعاً قابل اعتماد ذریعہ سے پہنچے جیسے کہ عالمگیری اور بعض دوسری کتب میں اس کی صراحت ہے۔

(۹) حکومت کیلئے عید کرنے یا عید کا اعلان کرنے کے لئے یا تو شهادة علـى الـرؤية يا شهادة على شهادة الرؤية يا

شهادة على القضاء کا ہونا ضروری ہے۔حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنے رسالے رؤیت ہلال کے شرعی احکام مندرجہ جواہر الفقہ میں ان تینوں کی تفصیل اس طرح لکھی ہے۔

شهادة على الرؤية:

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے عالم یا جماعت علماء کے سامنے شہادت دینے والے بذات خود پیش ہوں جن کی احکام شرعیہ فقہیہ اور اسلام کے ضابطہ شہادۃ میں ماہر ہونے پر پورے ملک میں اعتماد ویقین کیا جاتا ہو اور یہ عالم یا علماء کی جماعت متفقہ طور پر اس شہادت کو قبول کرنے کا فیصلہ کریں۔

شهادة على الشهادة:

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ گواہ خود حاضر نہیں ہوئے مثلاً بیمار ہے یا سفر میں ہے تو ہر ایک کی گواہی پر دو گواہ ہوں اور وہ گواہ عالم یا علماء کی جماعت کے سامنے یہ شہادت دیں کہ ہمارے سامنے فلاں شخص نے بیان کیا کہ میں نے فلاں رات میں فلاں جگہ اپنی آنکھوں سے چاند دیکھا ہے۔

شهادة على القضاء:

اس کا مطلب یہ ہے کہ جس مقام پر چاند دیکھا گیا ہے اگر وہاں حکومت کی طرف سے کوئی قاضی یا ذیلی کمیٹی قائم ہے اور اس میں کچھ ایسے علماء موجود ہیں جن کی فتویٰ پر علماء اور عوام اعتماد کرتے ہیں اور چاند دیکھنے والے ان کے پاس پہنچ کر اپنی عینی آنکھوں دیکھی گواہی پیش کریں اور علماء ان کی شہادت قبول کریں تو ان علماء کا فیصلہ اس حلقے کے لئے کافی ہے جس میں شہادت پیش ہوئی مگر پورے ملک میں اس کے اعلان کیلئے ضروری ہے کہ حکومت کی نامزد کردہ مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کے سامنے ان علماء کا فیصلہ بشرائط ذیل پیش ہو۔اس سے آگے وہ شرائط تفصیل سے مذکور ہے۔تفصیل کے لئے جواہر الفقہ میں مندرجہ رسالہ رؤیت ہلال کی شرعی حیثیت ملاحظہ ہو۔

(۱۰) رؤیت ہلال یعنی چاند دیکھنے کا مسئلہ ایک شرعی اور فقہی مسئلہ ہے لہذا اس مسئلے کو طعن وتشنیع کا ذریعہ بنانا یا اس کو قومی یا علاقائی عصبیت کا ذریعہ بنا کر اس کا مذاق اُڑانا شرعاً جائز نہیں ہے مثلاً جیسے کچھ لوگ صوبہ سرحد کے اعلان کو پٹھانوں کا چاند یا مردان اور چارسدہ اور بنوں والوں کا چاند کہہ کر اس کا مذاق اڑاتے ہیں یہ شرعاً اور اخلاقاً جائز نہیں اور نہ شرعی احکام کو مذاق کا ذریعہ بنانا جائز ہے کیونکہ آپ کے سامنے گزرا کہ شہر اور صحرا میں فرق ہو سکتا ہے بعد کی وجہ سے فرق ہو سکتا ہے۔وہاں کے لوگ چاند دیکھنے اور روزہ رکھنے کا اہتمام کرتے ہیں نیز دوسرے مہینوں میں چاند دیکھنے کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔جبکہ شہروں میں یہ ساری چیزیں مفقود ہے۔فضاء غبار آلود لوگ نہ چاند دیکھنے کا اہتمام کرتے ہیں اور نہ روزہ رکھنے کا اہتمام کرتے ہیں۔قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے دین کے ساتھ یا دینی احکام کے ساتھ استہزا کو منع کیا اور اس عمل کو کفر ونفاق قرار دیا ہے۔سورہ نساء آیت نمبر ۱۴۰ پارہ ۵ رکوع نمبر ۱۷ میں ارشاد

ہے۔ ''وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم ایت اللہ یکفر بھا ویستھزا بھا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلھم ان اللہ جامع المنافقین والکافرین فی جھنم جمیعا۔''

ترجمہ: ''یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ حکم تم پر کتاب میں نازل کی ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ تعالیٰ کی آیت یعنی احکام کا انکار کیا جارہا ہوں اور اس کے ساتھ مذاق کیا جارہا ہوں تو تم ایسے لوگوں کے پاس مت بیٹھو جب تک وہ دوسری باتوں میں مشغول نہ ہو کیونکہ تم بھی پھر ان کی طرح ہوں گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ جمع کرنے والے ہیں منافقین اور کافرین کو جہنم میں۔''

اب اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایسی مجلس میں بیٹھنے سے منع فرمایا جس میں دین کے احکام کا انکار یا مذاق اڑایا جاتا ہے اسی لئے علماء نے اس عمل کو کفر قرار دیا ہے۔ لہذا دینی احکام میں استہزاء اور مذاق سے پرہیز کرنا چاہئے، اب ان اصول کے بعد استفتاء کا جواب ملاحظہ ہو۔

☆ احسن الفتاویٰ میں جو مسئلہ لکھا ہے وہ اپنی جگہ صحیح ہے بشرطیکہ کہ لوگوں تک خبر قابل ذریعہ سے پہنچ چکی ہو، یعنی ایسے ذریعے سے جو شرعاً معتبر ہو جس کی تفصیل اوپر گزر چکی کہ شہادت علی الرؤیۃ ہو یا شہادت علی الشہادۃ ہو یا شہادت علی القضاء ہو۔

☆ اگر دوسرے گاؤں والوں تک وہ خبر شرعاً قابل اعتماد ذریعہ سے پہنچ چکی تھی اور باوجود اس کے انہوں نے روزہ رکھا تھا تو وہ گناہگار ہوں گے کہ اگر پہلے فریق نے شرعی شہادت یا شہادت علی الشہادۃ یا شہادت علی القضاء کے بغیر روزہ توڑا تھا تو وہ گناہ گار ہوں گے۔ بلکہ اگر اس دن کا رمضان ہونا ثابت ہو چکا تھا تو پھر ان پر قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔

☆ صوبائی حکومت کا اعلان صوبہ بھر کے مسلمانوں کے لئے کافی ہے بشرطیکہ وہ اعلان اور خبر ان تک شرعی معتبر ذریعہ سے پہنچ جائے۔ مرکزی حکومت کا اعلان پورے ملک کے لئے ضروری ہے، کسی خاص صوبہ میں اگر وہاں کی حکومت شرعی قواعد کو ملحوظ رکھ کر اعلان کرے تو ان کا اعلان اس صوبہ کیلئے کافی ہوگا۔

اس مسئلے کے متعلق کچھ تفصیلات حضرت مفتی محمد شفیع نور اللہ مرقدہٗ کے رسالہ رؤیت ہلال کے شرعی احکام میں بھی ہے۔ (ص ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۳)

اس میں شہادت کی تفصیل اور شرعاً معتبر اعلان کا طریقہ مذکور ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (نظام الدین شامزئی)

شیخ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی ۵

ونگران شعبہ تخصص فی الفقہ الاسلامی جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵

مورخہ ۳/۸/۱۴۱۷ء

سوال نمبر ۳ کے جواب میں مزید اتنی وضاحت کی ضرورت ہے کہ رؤیت ہلال کے بارے میں صوبائی حکومت کا اعلان اگر

شرعی ضابطہ کے مطابق اور ساتھ ساتھ صوبائی حکومت اور مرکزی حکومت کے علاقہ کے درمیان بُعد مسافت اس قدر ہو کہ اختلاف مطالع ہوتا ہو تو یہ اعلان صرف صوبائی حکومت کی حدود اطراف کیلئے مؤثر ہوگا۔اور اس علاقہ کے لوگوں پر روزے یا عید کے اعلان پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔

مرکزی حکومت پر اس کے ساتھ موافقت ضروری نہ ہوگی جیسا کہ صوبہ سرحد اور راولپنڈی کا حال ہے۔لیکن صوبائی حکومت اور مرکزی حکومت کے درمیان بُعد مسافت اگر اس قدر نہیں کہ مطالع میں اختلاف ہوتا بلکہ ان دونوں علاقوں کے درمیان اس قدر مسافت ہے کہ ایک علاقہ میں چاند ہوجانے سے دوسرے علاقے میں قمری مہینہ ۲۹ دن سے کم نہ رہ جائے اور شرعی تہواروں میں وقت سے پہلے واقع ہونا پیش نہ آئے تو ان میں سے کسی صوبہ میں شرعی ضابطہ کے مطابق رؤیت ہلال کے اعلان سے مرکزی حکومت پر ضروری ہوگا کہ وہ بھی روزے اور عید کے حکم پر عمل کرے۔بندہ محمد عبدالسلام چاٹگامی (بحواله الاتمام و اکمال)

اختلاف مطالع کے بارے میں حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی رائے خیر الفتاویٰ میں مذکور ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کا معتبر ہونا مسئلہ اجماعی ہے کما صرح به ابن عبد البر ،وغیرہ وبدایة المجتهد لأ بن رشد ،و فتح الباری لأبن حجر

حنفیہ کے ہاں بلاد بعیدہ میں معتبر ہونا متعین ہے۔البدائع و الأختیار شرح المختار ،وتبیین الحقائق للزیلعی.
اور جب اجماع ثابت ہوجاتا ہے دوسرا مرجوح قول خود بخود ختم ہوجاتا ہے آئمہ کا قول: لا عبرة لأختلاف المطالع مخصوص ان بلاد کے ساتھ ہے جہاں وسط شہر، یا آخر شہر تک اتنی مسافت طے نہیں ہوسکتی تھی۔

متاخرین حنفیہ نے جو توسیع کردی ہے نہ آئمہ کی مراد ہے اور نہ حقیقةً صحیح ہے۔(۵۹)

اور روضة الطالبین میں مذکور ہے:

واذاروؤا هلال رمضان فی بلد ،ولم یر فی الآخر ،فأن تقارب البلدان فحکمها حکم البلد الواحد ، وان تباعدا ،فوجهان ،أصحهما :لا یجب الصوم علی أهل البلد الآخر .وفی ضبط البعد ثلاثة أوجه أحد هاوبه قطع العراقیون والصید لانی غیرهم.أن التباعد : أن تختلف المطالع ، کالحجار ،والعراق،وخراسان.والتقارب: أن لا تختلف ،کبغداد ،والکوفة ،والری .والثانی:اعتباره باتحاد الأقلیم واختلافه.والثالث:ألتباعد مسافة القصر .وبهذا قطع امام الحرمین ،والغزالی ،وصاحب التهذیب ، وادعی الأمام الأتفاق علیه .قلت : الأصح هوالأول ،فأن شک فی اتفاق المطالع ،لم یجب الصوم علی الذین لم یروا ،لأن الأصل عدم الوجوب(۶۰)

مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ: صاحب روضة الطالبین نے بھی امام نوویؒ کی طرح بلدان نائیہ اور بلدان قریبہ کا اعتبار

کیا ہے اگر دوشہر قریب ہوں تو ان کا حکم ایک شہر کی طرح ہے اروا گر دور ہوں اس میں دوقول ہیں :اصح قول یہ ہے کہ: دوسرے شہر والوں پر روزہ واجب نہیں (یعنی اختلاف مطالع معتبر ہے)۔اب بعد کی مقدار معلوم کرنے میں انہوں نے تین اقوال ذکر کئے ہیں: پہلا قول یہ ہے کہ: بعد کی مقدار مطالع کا مختلف ہونا ہے جیسے حجاز ،عراق اور خراسان ،اب جہاں مطالع مختلف ہو جائیں تو وہ بلا دبعیدہ ہیں ،اور جہاں مختلف نہ ہوتو وہ بلا دقریبہ ہیں جیسے بغداد،کوفہ،ری اور قزوین۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اقلیم کے متحد ہونے اور مختلف ہونے کا اعتبار کیا جائے گا۔اور تیسرا قول یہ ہے: مسافۃ قصر کا اعتبار کیا جائے گا کہ اگر دوشہروں کے درمیان مسافۃ قصر پائی جارہی ہوتب تو اختلاف مطالع معتبر ہے اور اگر اتنا فاصلہ نہیں تب اختلاف مطالع بھی معتبر نہیں بلکہ ایک شہر کی رویت دوسرے شہر کے حق میں معتبر ہوگی۔

اسی آخری قول کے بارے میں فرماتے ہیں وبھذا قطع امام الحرمین والغزالی ،وصاحب "التھذیب" وادعی الأمام الاتفاق علیہ.

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ: میرا خیال یہ ہے کہ سب سے پہلا والا قول یعنی اختلاف مطالع صحیح ہے یعنی اس کا اعتبار کیا جائے۔اور اسی طرح حلیة العلماء فی معرفة مذاھب الفقھاء میں بھی بلا دبعیدہ اور قریبہ کا اعتبار کیا ہے اور بعد کی مقدار یہ بتائی ہے کہ جہاں مطالع مختلف ہوتو وہ بلا دبعیدہ میں شمار ہوں گے ورنہ قریبہ میں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں: وان رأوالھلال فی بلد ولم یروہ فی بلد آخر ،فأن کانا متقاربین وجب الصوم علی اھل البلدین وان کانا متباعدین ،وجب علی من رأی ،ولم یجب علی من لم یر۔(واستدل بحدیث کریب)

والتباعد : أن یختلف المطالع ،کالعراق ،والشام،والحجاز وھذا لذی ذکر ألشیخ أبو حامد.(٦١)

اوراسی طرح ألبیان فی الفقہ الأمام الشافعی میں بھی اختلاف مطالع کے بارے میں بلا دبعیدہ اور قریبہ کا اعتبار کیا ہے۔اور ابعد کی مقدار میں دوقول ذکر کئے ہیں ایک مسافۃ قصر کا،اور دوسرا اقلیم کے متحد ہونے اور مختلف ہونے کا، چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:

وان رأوا الھلال فی بلد،ولم یروہ فی بلد آخر، نظرت: فأن کانا متقاربین، وجب الصوم علی الجمیع،وان کانا متباعدین، ففیہ وجھان:أجدھا.وھو قول أحمد بن حنبلؒ ، والثانی.........أنہ لا یلزم أھل البلد الذین لم یروہ، لماروی عن کریب: الخ.أخرجہ مسلم ج ا ص ۳۴۸(قدیمی کتب خانہ)

فأذاقلنا بھذا ، ففی اعتبار القرب والبعد وجھان: حدھما.وھو قول المسعودی ولجوینی: أن البعد مسافة القصر فما زاد، والقرب دون ذلک والثانی.حکاہ الصیمری:ان کان اقلیماواحداً لزم جمیع أھلہ برؤیة بعضھم، وان کان اقلیمین، لم یلزم أھل أحدھما برؤیة أھل الآخر.(٦٢)

اور صاحب فتاویٰ ''الولو الجية'' نے بھی اختلاف مطالع کا اعتبار کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ولو أن أهل بلدة صاموا للرؤية ثلاثين يوماً، واهل بلدة صاموا تسعة وعشرين يوما للرؤية فعلم تسع وعشرين لذلک، فعليهم قضاء يوم ،لأن الذين صاموا ثلاثين يوماً رأوا هلال رمضان قبل ليلة،وهذااذا كان بين البلدتين تفاوت بحيث لاتختلف المطالع ، فأن كانت تختلف لا يلزم أحد البلدين حكم الآخر .(۶۳)

مذکورہ بالاعبارت میں صاحب فتاوی ''الولو الجية'' نے اختلاف مطالع کے اعتبار، اور عدم اعتبار کو ایک مسئلہ کی صورت میں بیان کیا ہے۔ کہ اگر ایک شہر والوں نے اپنی رؤیت کے اعتبار سے تیس روزے پورے کئے اور عید منائی اور دوسرے شہر نے اُنتیس روزے پورے کئے اور عید منائی۔اب دوسرے شہر والوں کو معلوم ہوا کہ فلاں شہر والوں نے تیس روزے پورے کئے، تو ان پر ایک دن کی قضا لازم ہے، اس لئے کہ جنہوں نے تیس روزے پورے کئے انہوں نے چاند ایک رات پہلے دیکھ لیا تھا، اور دوسرے شہر والوں نے ایک دن بعد روزہ رکھا اس لئے ان پر قضا لازم ہے۔

اور یہ اس وقت جہاں دونوں شہروں کے درمیان اتنا تفاوت نہ ہو جس سے اختلاف مطالع ثابت ہوتا ہو، اور اگر دونوں کے درمیان اتنی مسافت ہو جس سے اختلاف ثابت ہوتا ہو تو ایک شہر کی رویت کا حکم دوسرے شہر والوں پر لاگو نہ ہوگا۔اور صاحب ''فتاوی أركان الأسلام'' نے دلیل أثری، اور دلیل نظری کی روشنی میں اختلاف مطالع کا اعتبار کیا ہے چنانچہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہے کہ:

سوال: بعض لوگ مکہ المکرمہ کے مطلع کے ساتھ دوسرے بلاد کے مطالع کو مربوط کرنا چاہتے ہیں تا کہ پوری اُمت دخول شہر رمضان، اور شوال میں متحد رہیں۔اس بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟

الجواب: هذا من الناحية الفلكية مستحيل، لأن مطالع الهلال كما قال شيخ الأسلام ابن تيميةؒ تختلف بأتفاق أهل المعرفة بهذا العلم،واذا كانت تختلف فأن مقتضى الدليل الاثرى والنظرى أن يجعل لكل بلد حكمه. أما الدليل الأثرى فقال الله تعالىٰ : فمن شهد منكم الشهر فليصم.(البقره.۱۸۵)......فأذا قدر أن أناساً فى أقصى الأرض ما شهدوا الشهر .أى الهلال وأهل مكة شهدواالهلال فكيف يتوجه الخطاب فى هذه الأية الى من لم يشهدوا الشهر :!

وقال النبىﷺ : ''صوموالرؤيته، وأفطرولرؤيتة'' أخرجه البخارى، كتاب الصوم، باب قول النبىﷺ : اذا رأيتم الهلال فصوموا(۶۴)

ومسلم كتاب الصوم ،باب وجوب صوم رمضان لرؤية الهلال متفق عليه. (٦٥)

فـأذا رأه أهـل مـكة مثلاًفـكيف نـلـزم أهل باكستان ومن ورآء هم من الشرقيين بأن يصومو، مع أننا نعلم أن الهلال لم يطلع فى أفقهم، والنبى ﷺ ذلک بالرؤية.

أمـا الـدلـيـل النظرى فهوا لقياس الصحيح الذى لا تمكن معارضته ، فنحن نعلم أن الفجر يطلع فى الجهة الشرقية من الأرض قبل الجهة الغربية ، فأذا طلع الفجر على الجهة الشرقية، فهل يلزمنا أن نمسک ونحن فى ليل ؟

الجواب: لا . واذا غربت الشمس فى الجهة الشرقية ولكننا نحن فى النهار فهل يجوز لنا أن نفطر؟

الجواب: لا .

اذن الهـلال كـا الشـمـس تـمـاماً، فالهلال توقيته توقيت شهرى، والشمس توقيتها توقيت يومى.

والذى قال: أحد لكم ليلة الصيام الرفث الىٰ نسائكم هن لباس لكم. الىٰ آخر الآية. (البقرة. ١٨٧)

هـوالـذى قال: (فمن شهد منكم الشهر فليصمه) فمقتضى الدليل الأثرى والنظرى أن نجعل لكل مـكـان حكماً خاصابه فيما يتعلق بالصوم والفطر، ويربط ذلک بالعلامة الحسيّة التى جعلها الله فى كتابه ، وجعلها نبيه محمد ﷺ فى سنته ألا وهو شهود القمر ، وشهود الشمس أو الفجر. (٦٦)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ: دلیل اثری (جوتم میں سے اس مہینے کو پالےتو اس کے روزے رکھے) اور حضورﷺ کے اس قول کہ: (چاند دیکھنے کے بعد روزہ رکھو، اور چاند دیکھ کر ہی افطار (یعنی عید) کرو۔ کا تقاضایہ ہے کہ ہر بلاد بعیدہ کے شہر کے لئے الگ الگ حکم مقرر کریں۔ اس لئے کہ جب اہل مشرق نے چاند نہیں دیکھا، اور مکہ والوں نے دیکھ لیا تو اللہ تعالیٰ کا یہ خطاب جو آیت میں مذکور ہے ان لوگوں کی طرف کیسے متوجہ ہوگا جنہوں نے ابھی تک چاند نہیں دیکھا، اور اسی طرح حضورﷺ کا قول بھی (جو کہ حدیث میں مذکور ہے)

جب مکہ والوں نے چاند دیکھ لیا، تو پاکستان، اور دوسرے مشرقی ممالک والے کیسے روزہ رکھیں گے، باوجود ان کے یہاں ابھی تک چاند طلوع نہیں ہوا، حالانکہ حضورﷺ نے روزے کو ''رؤیت'' کے ساتھ معلق کیا ہے۔

اور دلیل نظری یہ ہے کہ: فجر زمین پر جہت غربیہ سے، جہت شرقیہ میں طلوع ہوتا ہے، اب اہل مشرق پر جب فجر طلوع ہوا، تو کیا اہل مغرب پر جن کے یہاں ابھی تک رات ہے، امساک کرنا (یعنی روزہ بند کرنا) لازم ہوگا یانہیں؟ تو جواب نفی میں ہے (کہ

امساک لازم نہیں) اسی طرح غروب شمس میں بھی ہے، تو دلیل اثری، اور نظری کا تقاضایہ ہے کہ: ہم ہر جگہ کے لئے ایک الگ حکم جو اسی کے ساتھ خاص ہو، مقرر کریں ان چیزوں میں جوصوم اور افطار سے متعلق ہوں تو ان چیزوں کو اس علامت حسیہ کے ساتھ مربوط رکھیں گے جس علامت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب اور حضورﷺ نے اپنی سنت میں بیان کیا ہے اور وہ شہود قمر، اور شہود شمس یا فجر ہے۔ اور صاحب " ألفقه الحنفی و أدلته" نے بھی بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کا اعتبار کیا چنانچہ فرماتے ہیں:

فأذاثبت فی قطر لزم جمیع الناس ، ولا اعتبار بأختلاف المطالع عموماً ،وهو ظاهر الروایة عن أبی حنفیة وقیل : اذا کان بین القطرین قرب بحیث تتحد المطالع فلا یعتبر ،وان کانت بعیدة بحیث تختلف المطالع فیعتبر......... فالقرب مثل سوریة والعراق ،والبعد مثل الکویت والمغرب.(٦٧)(٦٨)

اسی طرح صاحب " **زوائد السنن علی الصحیحین**" نے بھی ایک باب باندھا ہے۔ باب: "**لکل بلد رؤیة**" اس باب میں انہوں نے یہ نقل کیا ہے کہ: حسن سے ایک شخص کے بارے میں سوال ہوا کہ وہ ایک شہر کا باشندہ ہے۔ انہوں نے پیر والے دن روزہ رکھا، اور دو آدمیوں نے یہ گواہی دی کہ ہم چاند شب اتوار کو دیکھا تو، کیا پہلے شہر کے باشندوں پر ایک دن کی قضاء ہے؟

تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ: اس شخص اور دوسرے شہر والوں پر قضاء نہیں، ہاں اگر ان کو (خبر مستفیض) کے ذریعے معلوم ہو جائیں کہ مسلمانوں کے فلاں شہر والوں نے اتوار والے دن روزہ رکھا ہے، تو ان پر ایک دن کی قضاء لازم ہے۔ چنانچہ اب اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

باب : لکل بلد رؤیة

عن الحسن: فی رجل کان بمصرمن الأمصار فصام یوم الأثنین ،وشهد رجلا ن أنهما رأیاالهلال لیلة الأحد ،فقال: لا یقضی ذلک الیوم الرجل ولا أهل مصره، الا أن یعلموا ان اهل مصر من امصار المسلمین قد صاموا یوم الأحد فیقضونه.(٦٩)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ: اگر ایک شہر سے دوسرے شہر والوں کے پاس رویت کی خبر تین طریقوں سے کسی ایک طریقے پر بھی اگر پہنچ جائے۔ (مثلاً شہادت علی شہادۃ الرؤیۃ، شہادت علی القضاء، یا خبر مستفیض کے طور پر) تو اس شہر والوں پر بھی رویت ہلال کا حکم ثابت ہو جائے گا۔ اور اسی بات کو درمختار کے مشہور اور معتبر شارح طحطاویؒ نے بھی ذکر کیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

(واذاثبتت فی مطلع قطر لزم سائر الناس) فی سائر أقطار الدنیا اذا ثبتت عندهم الرؤیة بطریق موجب ،کأن یتحمل اثنان الشهادة، أو یشهد اعلی حکم القاضی ، أو یستفیض الخبر، بخلاف ما اذا أخبر

أن أهل بلدة كذا رأوه، لأنه حكاية. (٧٠)

اورصاحب ''المحیط البرہانی'' نے اختلاف مطالع کو'' اختلاف آئمہ'' کی روشنی میں ذکر کیا ہے۔امام محمدؒ کے قول کوذکر کیا ہے کہ:اگرایک شہر والوں نے چاند دیکھا تو کیا دوسرے شہر والوں پر(صوم یاافطار)لازم ہوگا؟

امام محمدؒ نے فرمایا کہ:ان کی بات پرعمل کیا جائے گا،اوران کے روزے کے ساتھ یہ بھی روزہ رکھیں گے،(یعنی اختلاف مطالع غیر معتبر ہے)بعض حضرات فرماتے ہیں کہ:ہرشہر والوں کے لئے ان کی رویت معتبر ہے،اوراس کی دلیل حضرت عباسؓ کا اثر ہے۔(یعنی کریبؒ والی حدیث)۔

أخرجه مسلم ، كتاب الصيام، باب بيان أن لكل بلد رؤيتهم الخ ج ١ ص ٣٤٨، وأبو داؤد ، كتاب الصوم، باب اذارأى الهلال فى بلد قبل الآخرين بليلة ج ١ ص ٣٢٠١،وانسائى، كتاب الصيام، باب الختلاف أهل الافاق فى الرؤية.

اورقدوری نے بھی اختلاف مطالع کا اعتبار کیا ہے بلادِبعیدہ میں،نہ کہ بلادقریبہ میں،اور شمس الآئمه الحلوائى کے قول کوذکر کیا ہے۔وہ فرماتے ہیں:ہمارے اصحاب کا صحیح مذہب یہ ہے کہ اگر خبر مستفیض کے طور پرایک شہر سے دوسرے شہر تک رویت کی خبر پہنچ جائے،تووہاں دوسرے شہر والوں پر پہلے شہر والوں کا حکم لازم ہوگا،اب اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

أهل بلدة رأواالهلال هل يلزم ذلك فى جق أهل بلدة؟

روى عن محمدؒ أنه قال: يعتمدون على قول أهل تلك البلدة، ويأخذون بقولهم، ويصومون بصومهم، وينظرون كذلك، وهذا فصل اختلف المشايخ فيه، بعضهم قالوا: لا يلزم وانما المعتبر فى حق كل بلدة رؤيتهم، وبنحوه ''وردالأثر عن ابن عباسؓ'' أخرج نحوه مسلم،كتاب الصيام، باب بيان أن لكل بلد رؤيتهم، وأبوداؤد، كتاب الصوم، با ب اذارأى الهلال فى بلد قبل الآخرين بليلة، ونسائى،كتاب الصيام، باب اختلاف أهل الآفاق فى الرؤية.

وفى المنتقى بشرعن أبى يوسفؒ، وابراهيمؒ عن محمدؒ: اذا اصام أهل بلدة ثلاثين يوماً الرؤية، وصام أهل بلدة تسعة وعشرين يوماً للرؤية، فعليهم قضاء يوم، وفى القدورى، اذاا كان بين البلدتين تفاوتاً لا تختلف المطالع لزم حكم احدى البلدتين حكم البلدة الأخرى، فأما اذا كان تفاوتاً تختلف المطالع لم يلزم احدى البلدتين حكم البلدة الأخرى،(وهكذا فى التجنيس والمزيد)

وذكر شمس الأئمة الحلواني: ان الصحيح من مذهب أصحابنا(رحمهم الله) أن الخبر اذا استفاض وتحقيق فيما بين أهل البلدة الاخرى يلزم حكم أهل هذه البلدة الأخرى. (۷۱)

اوراسی طرح شرح ''البحر الرائق''میں بھی امام شمس الأئمه الحلوائیؒ کا یہی قول مذکور ہے کہ: خبر مستفیض کے ذریعہ اگر خبر پہنچ جائے تو قابل قبول ہے۔(۷۲)

اورصاحب ''نیل الأوطار'' نے اختلاف مطالع کو اختلاف أئمہ کی روشنی میں ذکر کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

وقدتمسک بحديث كريب: من قال انه لا يلزم أهل بلد روية أهل بلد غيرها. وقد اختلفوا فی ذلک على مذاهب ذكرها صاحب الفتح:

أحدها ...... أنه يعتبر لأهل كل بلد رؤيتهم ولا يلزمهم رؤية غيرهم حكاه ابن المنذر عن عكرمة والقاسم بن محمد وسالم واسحق، وحكاه الترمذی عن أهل العلم ولم يحک سواه، وحكاه الماوردی وجهاً للشافعيه.

وثانيها...... أنه لا يلزم بلد رؤية غيرهم. الا ان يثبت ذلک عند الأمام الأعظم فيلزم الناس كلهم، لأن البلاد فی حقه كالبلد الواحد اذا حكمه نافذ فی الجميع قاله ابن الماجشون.

وثالثها...... أنها ان تقاربت البلاد كان الحكم واحداً، وان تباعدت فوجهان. لا يجب عند الأكثر، قاله بعض الشافعية. واختار أبو الطيبؒ وطائفة ألوجوب، وحكاه البغویؒ عن الشافعیؒ. (۷۳)

جوحضرات اختلاف مطالع کا اعتبار کرتے ہیں وہ حضرت کریبؓ والی حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور''صاحب فتح القدير'' نے اس میں تین قسم کے اقوال ذکر کئے ہیں۔

(۱) ہر جگہ ہر حال میں اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے۔

(۲) اگر امام اعظم کے پاس شہادۃ رویت ثابت ہو جائے تو پھر اس کے زیر سلطنت تمام لوگوں پر لازم ہو جائے گا۔

(۳) اگر بلاد قریب ہیں آپس میں تو سب کا ایک حکم ہے اور اگر دور دور ہوں، تو اکثر کے نزدیک واجب نہیں، اور ایک جماعت واجب قرار دیتی ہے۔

اور''شرح فتح القدیر'' میں بھی دونوں قول (اعتبار اختلاف مطالع، اور عدم اعتبار اختلاف مطالع) مذکور ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں: واذا ثبت فی مصر لزم سآئر الناس، فيلزم أهل المشرق برؤية أهل المغرب فی ظاهر المذهب، وقيل:

يختلف بأختلاف المطالع ، لأن السبب الشهر ، او انعقاده فى حق قوم للرؤية لا يستلزم انعقاده فى حق آخرين مع اختلاف المطالع .... ومختار صاحب التجريد وغيره من المشايخ اعتبار اختلاف المطالع (۷۴)(۷۵)

فقہ کی تمام عبارتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ: اختلاف مطالع کے بارے میں علماء کے تین مسلک ہو گئے۔

ایک یہ کہ اختلاف مطالع کا ہر جگہ ہر حال میں اعتبار کیا جائے۔ دوسرا یہ کہ کسی جگہ کسی حال میں اعتبار نہ کیا جائے۔ تیسرا یہ کہ بلاد بعیدہ میں اعتبار کیا جائے اور قریبہ میں نہ کیا جائے۔

جو حضرات مطلقاً اعتبار کرنے کے قائل معتبر ہیں اُن کا کہنا یہ ہے کہ جیسے آفتاب کے مطالع کا اختلاف سب کے نزدیک معتبر ہے ایک ہی وقت میں کسی ملک میں صبح کی نماز ہوتی ہے اور کسی جگہ مغرب یا عشاء کی ہوتی ہے ایک شہر کے تابع دوسرے شہر کو نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح چاند کے معاملہ میں ہر افق کا الگ حکم ہونا چاہئے۔

اور جو حضرات اختلاف مطالع کو مطلقاً غیر معتبر قرار دیتے ہیں اُن کا کہنا یہ ہے کہ چاند کے معاملہ میں آنحضرت ﷺ نے پوری اُمت کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو، چاند دیکھ کر افطار کرو، اب ہر فرد بشر کا دیکھنا ضروری نہیں۔ بعض کا دیکھ لینا کافی ہے۔ اس لئے ایک شہر کے مسلمانوں کا چاند دیکھ لینا دوسروں کے لئے کافی ہے، چاہے ان کے درمیان مشرق و مغرب کا بُعد ہو اور جن حضرات نے یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ: بلاد بعیدہ میں اعتبار کیا جائے بلاد قریبہ میں نہ کیا جائے، ان کا کہنا یہ ہے کہ بلاد قریبہ میں فرق بہت معمولی ہوتا ہے اور اس کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے، بلاد بعیدہ میں اختلاف بالکل واضح اور کھلا ہوا ہے اس کو نظر انداز کرنا صحیح نہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ سے ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ: اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کیا جائے اسی کو عام فقہائے حنفیہؒ نے راجح قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ماقبل میں ذکر کیا جا چکا ہے۔

اور ایک جماعت حنفیہ نے آخری قول کو اختیار کیا ہے کہ بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کا اعتبار کرنا چاہئے فقہائے حنفیہ میں سے صاحب بدائع اور زیلعی وغیرہ جن کی جلالت شان فقہاء حنفیہ میں مسلّم ہے انہوں نے اسی آخری قول کو ترجیح دی جائے۔ بدائع کی عبارت یہ ہے:

هذا اذا كانت المسافة بين البلد تين قريبة لا تختلف فيها المطالع، فأما اذا كانت بعيدة فلا يلزم أحد البلد بن حكم الآخر ، لأن مطالع البلد عند المسافة الفاحشة تختلف فيعتبر فى كل أهل بلد مطلع بلا دهم دون الآخر. (۷۶)

اور زیلعی کی عبارت یہ ہے۔

والأشبه أن يعتبر، لأن كل قوم مخاطبون بما عندهم وانفصال الهلال عن شُعاع الشمس يختلف باختلاف الاقطار وكلما تحركت الشمس درجة فتلك طلوع فجر لقوم، وطلوع شمس لأخر، وغروب لبعض، ونصف اليل لغيرهم.(٧٧)

صاحب ردالمحتار نے یہ ذکر کیا ہے کہ: نفس اختلاف مطالع میں کوئی جھگڑا نہیں، جھگڑا اختلاف مطالع کے اعتبار اور عدم اعتبار کے بارے میں ہے۔ امام زیلعیؒ، صاحب الفیض، اور شوافع کا صحیح قول یہ ہے کہ اختلاف مطالع معتبر ہے، اور احناف، مالکیہ، حنابلہ کا معتمد بھا قول یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

اعلم أن نفس اختلاف المطالع لا نزاع فيه. بمعنى أنه قد يكون بين البلدتين بعد بحيث يطلع الهلال ليلة كذا فى احدى البلدتين دون الأخرىٰ، وكذا مطالع الشمس، لأن انفصال الهلال عن شعاع الشمس يختلف بأختلاف الأقطار.........وانما الخلاف فى اعتبار اختلاف المطالع. بمعنى أنه هل يجب على كل قوم اعتبار مطلعهم، أم لا يعتبر اختلافها، فقيل: بالأول، واعتمده الزيلعيؒ وصاحب الفيض، وهو الصحيح عندالشافعيةؒ، وظاهر الرواية الثانى وهو المعتمد عند نا وعندالمالكية والحنابلة. (٧٨)

حضرت علامہ بنوریؒ نے معارف السنن میں بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کے معتبر ہونے پر اجماع نقل کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

ثم اذا رأى الهلال أهل بلدة وانتقلت الرؤية الى بلدة أخرى بشر وطها المذكورة فى الكتب و ثبت لديهم الهلال بثبوت شرعى فهل يلزم أهل هذه البلدة الأخرى حكم الأولى أم لا؟

ففى عامة كتبنا اللزوم ولوكان بين البلدتين بعد المشرقين، ويلقبون هذه المسألة بقولهم لاعبرة باختلاف المطالع وقيل يعتبر اختلاف المطالع فى بلاد البعيدة.قال الزيلعى شارح "الكنز": وهوالأشبه، وهو الذى اختاره القدورى فى "التجريد" وبه قال الجرجانى. قال الشيخ: وهذا هوالصواب، قال الشيخ: وكنت قطعت القول بما قاله الزيلعى، ثم رأيت فى "قواعد ابن رشد" نقل الأجماع علىٰ اعتبار الأختلاف فى البلد البعيدة أيضاً، وحد البعد مفضوض الى رأى المبتلى به وليس له حدمعين، وذكر الشافعيه فى تحديده شياً. (٧٩)

حضرت بنوری علیہ رحمۃ نے اختلاف مطالع کے معتبر ہونے اور نہ ہونے پر دو اقوال ذکر کئے ہیں:

(۱) اگر ثبوت شرعی کے ساتھ ایک شہر کی رؤیت دوسرے شہر میں شرائط "المذکورہ فی الکتب" کے ساتھ ثابت ہو جائے، تو ہماری کتب میں یہ ہے کہ: دوسرے شہر والوں پر پہلے شہر کا حکم ثابت ہو جائے گا، اگر چہ ان دونوں میں مشرق ومغرب کا فاصلہ ہو، اور اس مسئلہ کو "**لا عبرة بأختلاف المطالع**" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے جس کو زیلعی، اور قدوری، اور جرجانی نے پسند کیا ہے: بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے گا۔ حضرت بنوریؒ فرماتے ہیں کہ میرے شیخ شاہ انور شاہ کشمیریؒ اسی آخری قول کو درست کہا ہے، آگے شیخؒ کے قول کو ذکر فرماتے ہیں کہ: میں نے زیلعی کے قول پر یقین کیا تھا پھر میں نے "قواعد ابن رشد" میں دیکھا کہ انہوں نے بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کے معتبر ہونے میں اجماع نقل کیا ہے، اور بعد کی کوئی حد متعین نہیں بلکہ مبتلی بہ شخص کے رائے کے سپرد ہے، جس مسافت کو وہ بعد سمجھے تو وہ بعید ہے، اور جس کو وہ قریب سمجھے تو وہ قریب ہے۔ شافعیہ نے اس کی تحدید کے بارے میں کچھ ذکر کیا ہے، جیسا کہ ماقبل میں اس کو ذکر کیا جاچکا ہے۔

مراجع و مصادر

۵۵. سنن أبی داؤد ج ا ص ۳۲۶، مکتبه حقانیه ملتان

۵۶. سنن ترمذی ج ا ص ۱۴۸، ایچ. ایم سعید کمپنی

۵۷. صحیح مسلم ج ا ص ۳۴۸، قدیمی کتب خانه

۵۸. الأتمام والأکمال فی رؤیة الهلال ص ۱۱، ۱۲

۵۹. خیر الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۱۰

۶۰. روضة الطالبین، کتاب الصیام ج۲ ص ۲۱۲

۶۱. حلیة العلمآء في معرفة مذاهب الفقهاء، کتاب الصیام ج۳ ص ۱۸۰، مطبوعه: مکتبة الرسالة الحدیثیة

۶۲. ألبیان فی فقه الأمام الشافعی، کتاب الصیام ج۳ ص ۴۸۴

۶۳. ألفتاویٰ الولوالجیة، کتاب الصیوم ج ا ص ۲۳۶

۶۴. صحیح بخاری ج ا ص ۲۵۶

۶۵. صحیح مسلم ج ا ص ۳۴۷

۶۶. فتاویٰ أرکان الأسلام ص ۳۵۲

۶۷. ألفقه الحنفی وأدلته ج ا ص ۳۸۹، مطبوعه: دارالکلم الطیب، بیروت

٦٨. مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر ج ا ص ۲۳۹

٦٩. زوائد السنن علی الصحیحین ج۳ ص ۷۹

۷۰. حاشیة الطحطاوی ص ۳۵۹

۷۱. ألمحیط البرهانی فی الفقه النعمانی ج۲ ص ۵۵۰،۵۴۹ ، مطبوعه: مکتبه غفاریه، وهکذا فی "الفتاوی التاتارخانیة" کتاب الصوم ج۲ ص ۳۵۶،۳۵۵، وخلاصة الفتاویٰ ، کتاب الصوم ج ا ص ۲۴۹

۷۲. ألشرح " البحر الرائق" ج۲ ص ۲۷۱ ، مکتبه رشیدیه

۷۳. نیل الأوطارشرح منتقی الأخبار ، ج۴ ص ۲۱۸،۲۱۷

۷۴. شرح فتح القدیر، ج۲ ص ۵۳

۷۵. تبیین الحقائق، کتاب العسوم، ج۲ ص ۱۵۵

۷۶. بدائع، کتاب الصوم، ج۲ ص ۲۲۵،۲۲۴

۷۷. بدائع الصنائع، کتاب الصوم ج۲ ص۲۲۴ تا ۲۳۰

۷۸. ردالمحتار، ج۲ ص۳۹۳

۷۹. معارف السنن ، ج۵ ص۳۳۷

مال حرام کے نقصانات

☆ ....دعائیں رد کر دی جاتی ہیں۔

☆ ....نفس کی کمینگی اور خساست کی دلیل ہے۔

☆ ....اللہ کی ناراضگی اور جہنم تک پہنچانے والا راستہ ہے۔

☆ ......ایسے شخص سے اللہ بھی نفرت کرتا ہے اور اللہ کے بندے بھی۔

☆ ....نیک اعمال اور اقوال واذکار کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے۔

☆ ....ضعف ایمان اور اللہ پر یقین نہ ہونے کی علامت ہے۔

(نضرۃ النعیم)